مولانا حالی کی سوانح نگاری کا طریق کار

(یادگار غالب کے حوالے سے)

آفتاب عالم*

Abstract:
Molana Altaf Hussain Hali was among the pioneers of the tardyon of Biography in Urdu. This article concentrates on the Methodologies adopted by Altaf Hussain Hali while writes the biographies of Sheikh Saadi, Mirza Ghalib and Sir Syed Ahmed Khan. The article suggests that Hali was objective to portraite the personalities in his biographies.

الطاف حسین حالی کو اردو کے پہلے باقاعدہ سوانح نگار ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور مرزا غالب کے پہلے سوانح نگار ہونے کا بھی۔ یادگارِ غالب کو غالب کے سوانحی حالات اور ان کے تخلیقی متن کی تشریح و تنقید کے معاملے میں بھی اولیت حاصل ہے۔ یعنی ''یادگار میں بیک وقت تعارف بھی ہے، تشریح بھی اور تنقید بھی'' [۱] یہ کتاب پہلی بار نامی پریس کانپور سے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ [۲] شیفتہ کے تذکرے ''گلشن بے خار''، محمد حسین آزاد کی ''آب حیات'' اور سرسید کی ''آثار الصنادید'' میں غالب کے حالات زندگی اور کلام پر اشارے ضرور ملتے ہیں، مگر ان کی نوعیت تذکروں کی ہے، سوانح کی نہیں۔ حالی نے غالب کو تذکروں کی تعلیمی نوعیت کی تنقید سے ماورا ہو کر دیکھنے کی کوشش کی اور سوانح نگاری کا بلند معیار قائم کیا۔ یادگار غالب کی اہمیت اور افادیت آج بھی اسی قدر تسلیم شدہ ہے جتنی حالی کے عہد میں تھی۔ گزشتہ سو سال میں جدید تحقیق و تنقید کے اصولوں اور سوانح نگاری کے فن کے پیش نظر غالب کو زیادہ گہرائی سے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس نوع کی تمام تصنیفات کو یادگار غالب کی توسیعی شکل قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ تقریباً ہر مصنف نے قلم اٹھاتے وقت ''یادگار'' کو سامنے رکھا اور اس سے استفادہ کیا ہے، چاہے ان کی تصنیف کا تعلق کلام غالب کی تفہیم سے ہو یا غالب کے سوانحی مواد سے۔ غلام رسول مہر کی ''غالب'' [۳] اور مالک رام کی ''ذکر غالب'' [۴] یادگار کے تکملہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شیخ اکرام نے ''غالب نامہ'' کے ذریعہ غالب کی شخصیت اور کلام کو جدید نفسیات کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کی اور غالب کی سوانح کو تاریخ وار مرتب کیا۔ [۵] جب کہ سید عبداللطیف نے ''غالب - حیات اور اردو شاعری کی تنقیدی تحسین'' میں کلام غالب کے مطالعہ کو نئے اصولوں کی روشنی میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی [۶] اور کلام کے ساتھ حیات کی ترتیب بھی سنین کے اعتبار سے پیش

* ریسرچ سکالر، شعبۂ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

کی۔[۷] خورشید الاسلام نے بھی غالب کے ابتدائی پچیس سالہ دور کی شاعری کا تجزیہ پیش کرے ہوئے غالب کو نفسیاتی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی۔[۸] قاضی عبدالودود اور امتیاز علی خاں عرشی نے مکاتیب کی تلاش وجستجو کے ذریعہ غالب کے سوانحی مواد میں اضافہ کیا۔مگر اس کے باوجود یادگار غالب کی اہمیت اپنی جگہ برقرار رہی اور اس کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔تاہم یہ بات آج کی سوانح نگاری کے ضمن میں زیادہ قابل غور بن جاتی ہے کہ آیا کسی شاعر کی سوانح کو ان کے کلام کی تفہیم وتعبیر کا وسیلہ بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حالی نے ایک سے زیادہ مقامات پر غالب کی شاعری کی تفہیم وتشریح مین ان کے سوانحی حقائق کو وسیلہ بنایا ہے جو آج کی اصطلاح میں ہمیں منشائے مصنف پر انحصار کا طریق کار معلوم ہوتا ہے۔شاید اس کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کہ سوانحی حالات پر انحصار کر کے کسی بھی شاعر کے متن کی تفہیم معاصر نظریہ تعبیر کے اعتبار سے محدود اور اکہرے تفہیمی طریق کی نمائندگی کرتی ہے۔مزید یہ کہ حالی نے غالب کے خطوط اور تصانیف کے علاوہ ان کے فارسی اور اردو اشعار کے ذریعہ بہت سے سوانحی واقعات، حادثات اور تجربات کی پرتین بھی کھولنے کی کوشش کی ہے۔اس طرح حالی کو اس بات میں بھی اولیت حاصل ہو جاتی ہے کہ انہوں نے غالب کی شخصیت اور حالات زندگی کو کلام غالب کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی اور ان کے شعری متن کو ان کی شخصیت اور نفسیات کی تفہیم کا وسیلہ بنایا۔

یادگار غالب کا ایک حصہ ان کی زندگی کے واقعات وحادثات کو پیش کرتا ہے۔جس میں ولادت، خاندان، سفر کلکتہ اور اہل کلکتہ سے مجادلہ، قیام لکھنو، ملازمت سے انکار، قلعہ سے تعلق، وظیفہ، قاطع برھان اور اس کے تنازع، نیز دیگر علوم وفنون کی واقفیت سے بحث ہے، تو دوسرا گوشہ مرزا کی شخصیت، یعنی ان کے اخلاق وعادات، رہن سہن اور خورد ونوش پر مشتمل ہے، جس میں ان کی وسعت اخلاق، شوخی بیان، مروت اور خودداری پر خاص زور دیا گیا ہے۔ان تمام باتوں میں جہاں چھوٹے چھوٹے پرمزاح واقعات کا بھی سہارا لیا گیا ہے۔وہیں اکثر وبیشتر اردو فارسی اشعار کو بعض واقعات کے سیاق وسباق میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔وہ خود ''یادگار غالب'' کے دیباچے میں تحریر کرتے ہیں:

> ''پہلے حصے میں مرزا کی زندگی کے واقعات جہاں تک کہ معلوم ہو سکے اور ان کے اخلاق وعادات وخیالات کا بیان ہے۔انہیں حالات کے ضمن میں ان کی خاص خاص نظمیں یا اشعار جو کسی واقعے سے علاقہ رکھتے ہیں اور ان کے لطائف ونوادر جن سے مرزا کی طبیعت کا اصلی جوہر اور ان کی متخیلہ کی قوت واضح طور پر

ظاہر ہوتی ہے، اپنے اپنے موقع پر ذکر کیے گئے ہیں۔'' [۹]

اس اقتباس کی روشنی میں ہم ''یادگار غالب'' سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

حالی غالب کے مسکن کا ذکر کرتے ہیں کہ ''حکیم محمود خاں مرحوم کی دیوان خانے سے متصل مسجد کے عقب میں تھا۔'' اور پھر غالب کا یہ شعر نقل کرتے ہیں:

مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنالیا ہے☆ یہ بندۂ کمینہ ہمسایہ خدا ہے۔[۱۰]

اسی طرح اہل کلکتہ سے مجادلہ کی تفصیل کے بجائے واقعہ کا اجمالاً ذکر کرتے ہوئے ''مثنوی بادمخالف'' کے کچھ کچھ اشعار مختلف مقامات سے اس طرح نقل کر دیتے ہیں کہ پورے واقعہ کا علم قاری کا ہو جاتا ہے۔[۱۱]

قید ہونے کا غالب پر گہرا اثر تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل حالی خود بیان نہیں کرتے بلکہ غالب کے ایک فارسی خط کا ترجمہ پیش کرتے ہیں جس میں اہوں نے قید کے واقعہ اور اس کی ذلت و مشقت کا خود نقشہ کھینچا ہے اور ذلت و رسوای کے اس احساس کو ترکیب بند میں قیدے دوران بیان کیا ہے۔

اسی طرح شوخیِ بیان اور عقیدہ کے سلسلے میں بھی حالی غالب کی اس رباعی سے بعض حقائق کا استنباط کرتے ہیں:

جن لوگوں کو ہے مجھ سے عداوت گہری کہتے ہیں مجھے وہ رافضی اور دہری
دہری کیوں کر ہو، جو کہ ہووے صوفی شیعی کیوں کر ہو، ماوراء النہری

[۱۲]

علو خاندان پر فخر یا تعلیم کا مسئلہ ہو، ان کی تصنیفات کی تفصیل کا بیان ہو یا غدر کے حالات کا غالب پر اثر، حالی نے ہر جگہ غالب کے اشعار سے غالب کے مزاج، ذہنی اور نفسیاتی کشمکش اور عادات واطوار کی وضاحت کی ہے۔ خاص طور سے اس کتاب کا دوسرا حصہ غالب کی شخصیت کی کئی گرہیں کھولتا ہے۔ جہاں حالی نے عنوانات کے تحت اشعار درج کیے ہیں۔ اس میں غالب کی شراب اور تصوف سے دلچسپی، اہل وطن سے شکایت، خود غالب کے اندرون میں اخلاقیات کا تصور، زندگی بھر مسائل سے جنگ کرتے ہوئے کبھی حوصلہ کی طاقت اور کبھی ناامیدی کی انتہا، کبھی قناعت اور بےصبری کا اظہار، غالب کے کتنے ہی شخصی پہلوؤں کی وضاحت کر دیتا ہے۔

ہمیں ان مثالوں کے ذریعہ جس بات کی وضاحت مقصود ہے وہ یہ ہے کہ حالی کی نظر غالب کی شخصیت سے زیادہ ان کے متن پر مرکوز ہے۔ انہوں نے اول تا آخر متن کو سامنے رکھ کر گفتگو کی ہے اور متن کے ذریعہ ہی غالب کی

شخصیت کے نقوش واضح کیے ہیں۔ جہاں تفصیل کی ضرورت محسوس کی وہاں پر انہوں نے کھل کر گفتگو کی ورنہ ہر جگہ ایجاز واختصار کا انداز اختیار کیا۔ گو حالی کو غالب سے بے پناہ عقیدت تھی مگر انہوں نے اعتدال کا دامن کہیں اپنے ہاتھوں سے نہ چھوڑا۔ پوری تصنیف میں وہ وضاحتی انداز برقرار رکھتے ہیں اور اپنی گفتگو میں بطور دلیل واقعات (لطائف وظرائف) کی پیش کش سے تحریر کو منطقی بنا دیتے ہیں۔شاید اسی باعث پروفیسر آل احمد سرور نے حالی کے اس طریق کار اور منطقی انداز کو ان الفاظ میں سراہا ہے:

> ''...... عام طور پر وہ واقعات کی چھان بین کر کے ایک سنجیدہ، مدلل اور واضح پیرایے میں لائف بیان کرتے ہیں۔ وہ حالات پر توجہ کم کرتے ہیں، کارناموں پر تنقید زیادہ- ان کی طبیعت میں اعتدال اور ان کے اسلوب میں ہمواری ہے، وہ اپنے ممدوح کی بہت زیادہ تعریف نہیں کرتے۔ وہ دراصل شخص پرست نہیں، اصول پرست ہیں۔''[۱۳]

موضوعات کے سلسلے میں بھی حالی کی اس کتاب کا مطالعہ کریں تو بھی یہ سوانح نگاری کے اصول کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے، جو ''سر سڈنی لی (Sir Sydneylee) نے ارسطو کی المیہ کی تعریف سے سوانحی موضوع کے لیے منتخب کیے تھے''، یعنی عظمت، سنجیدگی اور تکمیل۔[۱۴] یادگار غالب کا مطالعہ قاری کو تکمیلیت کا احساس دلاتا ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ اتنے برسوں بعد بھی کوئی دوسری تحریر غالب کی نہ تو اس سے بہتر تصویر پیش کر سکی اور نہ اس کے کلام کی اس سے عمدہ توضیح وتشریح کر سکی۔

لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ''یادگار'' معائب سے پاک ہے۔ جدید تحقیق کی رو سے اس میں کچھ خامیاں ہیں جن پر بعد کے محققین اور سوانح نگاروں نے توجہ دی ہے۔ مجموعی طور سے تین باتیں یادگار کے سلسلے میں کہی جاسکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حالی نے واقعات کے سلسلے میں تحقیقی صداقت سے کام نہیں لیا ہے اور ان سے واقعات اور سنین کی عدم ترتیب کے علاوہ کئی جگہ سہو بھی ہوا ہے۔ دوم: مرزا کے کچھ واقعات کو ذکر نہیں کیا گیا ہے اور سوم: حالی نے بعض واقعات اور امور پر سیر حاصل بحث نہیں کی۔ جب کہ وہاں گفتگو کی مزید گنجائش تھی اور بعض باتوں پر پردہ پوشی کی گئی ہے۔ جیسے جوئے کے سبب قید ہونے کا واقعہ جو حالی نے بیان کیا۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مالک رام (ذکر غالب)، مولانا ابوالکلام آزاد (نقش آزاد) اور مولانا عرشی (مکاتیب غالب کے دیباچہ) نے بعض اہم باتوں سے پردہ ہٹایا ہے۔ جیسے یہ کہ غالب کو جوئے کے جرم میں دوبار سزا ہوئی تھی اور ان کے گھر میں اس کا کاروبار ہونے

لگا تھا۔[۱۵] اور شریف حسین قاسمی نے حالی کے فارسی ترجمے پر اعتراض بھی کیا ہے، جہاں انہوں نے غالب کے خط کی عبارت کا بعینہٖ ترجمہ نہ کر کے اصلیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔[۱۶]

اسی طرح عبدالصمد کی استادی کے واقعہ کو حالی نے درمیان میں چھوڑ دیا ہے۔ مولانا عرشی، قاضی عبدالودود نے عبدالصمد کے وجود کو فرضی قرار دیا ہے۔[۱۷] جب کے مالک رام،[۱۸] غلام رسول مہر[۱۹] اور شیخ اکرام اس کے وجود کو تسلیم کرتے اور غالب کا استاد مانتے ہیں۔ شیخ اکرام نظیر اکبر آبادی کو بھی بحیثیت استادِ غالب کے خیال کرتے ہیں۔[۲۰]

سفر کلکتہ کے دوران قیام لکھنؤ کا صحیح زمانہ بھی حالی نے تحریر نہیں کیا ہے۔ حالی کے نزدیک یہ دور غازی الدین حیدر کا تھا۔ جب کہ غلام رسول مہر نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے واضح کیا کہ یہ عہد نصیرالدین حیدر کا ہے نہ کہ غازی الدین حیدر کا۔[۲۱]

حالی کہتے ہیں کہ مرزا نے ۱۸۵۰ء سے غالباً اردو خط لکھنے شروع کیے۔ مگر جدید تحقیق کے حوالے سے ۱۸۴۸ء میں بھی خطوط کے دستیاب ہونے کی صراحت ملتی ہے۔[۲۲] ''مثنوی ابر گہر بار'' کو حالی غالب کی آخری عمر کی تصنیف قرار دیتے ہیں جب کہ شیخ اکرام وضاحت کرتے ہیں کہ مرزا کی وفات سے تقریباً ۲۴ سال قبل ''مہر نیم روز'' میں اس مثنوی کے اشعار درج ہیں۔[۲۳]

اسی طرح حالی غالب کے قصیدہ ''درروز گار ما نتواند شمار یافت'' کو بھی آخری دور کی تصنیف مانتے ہیں۔ جب کہ شیخ اکرام کے نزدیک ''یہ فتح دہلی کی مبارکباد ہے نہ کہ اعلان معافی کا شکریہ''۔[۲۴] سبد چین کو حالی نے قلمی قرار دیا ہے اور غلام رسول مہر کا کہنا ہے کہ ''سبد چین مرزا کی زندگی ۱۸۶۷ء میں چھپ گئی تھی۔''[۲۵] برھان قاطع کے مخاصمے اور مجادلے پر سیر حاصل بحث کی ضرورت تھی مگر حالی نے تفصیل میں جانے سے اجتناب کیا ہے اور اس سلسلے میں گالی بھرے خطوط کی تفصیل بھی کہیں نظر نہیں آتی کہ اس سے غالب کی زندگی کے شخصی پہلوؤں پر مزید روشنی پڑ سکتی تھی۔ ''قاطع برہان'' کو ابوالکلام آزاد، شیخ اکرام اور حالی نے غالب کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف قرار دیا ہے اور قاضی عبدالودود نے اپنے مضمون 'غالب بحیثیت محقق' (علی گڑھ میگزین غالب نمبر) اور محمود شیرانی نے اسی میگزین میں شائع ایک غیر مطبوعہ خط میں غالب کی تحقیقی خامیوں کی طرف نشاندہی کی ہے۔''[۲۶] خود حالی نے بھی یادگار میں دو تین خامیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

غالب کے خطوط اور بیشتر اشعار ان کی رند مشربی کا کھلا ثبوت فراہم کرتے ہیں، مگر حالی شراب کی عادت کا

ذکر کرتے ہوئے جھجکتے نظر آتے ہیں۔ حالی نے مرزا کے بچپن، معاشقہ اور جنسی زندگی پر بھی بحث نہیں کی ہے۔ الغرض یہ کہ حالی نے تحقیقی صداقت، باریک بینی اور حتمی نتائج سے کام نہیں لیا ہے۔ جب کہ سوانح نگاری کے لیے ان خصوصیات اور شرائط کا التزام ضروری ہے۔

ان تمام باتوں کے جواز میں چند باتیں قابل وضاحت ہیں۔ حالی ناقد کا ذہن رکھتے ہیں نہ کہ محقق کا۔ ایک نقاد سے تحقیق کی امید رکھنا فضول ہوگا۔ دوسرے یہ کہ حالی کی اس تصنیف کو جدید تحقیق کے اصولوں اور سوانح نگاری کی شرائط پر تولنا صحیح نہ ہوگا۔ انیسویں صدی کی تصنیف کو دور حاضر میں مروج تحقیقی ضوابط کی روشنی میں دیکھنا بے کار ہے جب کہ اس وقت حالی خود اردو میں سوانح نگاری کی بنیاد قائم کر رہے تھے۔

حالی کا سیاسی اور سماجی عہد بھی انہیں کسی شخصیت کے معائب پر بے لاگ تنقید کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ سر سید اور حالی کا اصلاحی اور افادی مقصد ان کی تمام تحریروں میں اسی وجہ سے موجود ہے کہ وہ جس عہد میں سانس لے رہے تھے، اس عہد کا نظام زوال پذیر تھا۔ ذرائع پیداوار، صنعت، معاشی اور اخلاقی صورت حال جمود کا شکار تھی اور مغرب سے آئے صنعتی اور تجارتی نظام کے فروغ کے سبب ہندوستانی عوام ذہنی اور نفسیاتی کشمکش میں مبتلا تھی۔ ایسے میں حالی کا ''مقصد ماضی کی نیم سیاسی تحریکوں اور مستقبل کے امکانات کے سیل سے کوئی ایسا تصور زندگی پیدا کرنا تھا جو مذہبی، اخلاقی اور دینوی حیثیت سے مفید ہو۔''[۲۷] لہٰذا انہوں نے اپنی سوانحوں میں بھی یہی اصلاحی اور افادی نقطۂ نظر برقرار رکھا اور شخصیت کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جس سے عوام کے ذہن میں ہیرو کی ایک اچھی امیج قایم ہو۔ چنانچہ سوانح نگاری اور شخصیت سازی کے سلسلے میں 'حیات جاوید' سے خود الطاف حسین حالی ہی کے ایک اقتباس پر اپنی بات کو اختتام تک پہنچانا مناسب ہوگا، جس کا سلسلہ غالب کی سوانح نگاری سے بھی جا ملتا ہے۔ حالی کے الفاظ ہیں:

> ''اگر چہ ہندوستان میں جہاں ہیرو کے ایک عیب یا خطا کا معلوم ہونا اس کی تمام فضیلتوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ کسی شخص کی بائیوگرافی کریٹکل طریقے سے لکھی جائے۔ اس کی خوبیوں کے ساتھ اس کی کمزوریاں بھی دکھائی جائیں اور اس کے عالی خیالات کے ساتھ اس کے لغزشیں بھی ظاہر کی جائیں۔ چنانچہ اسی خیال سے ہم نے جو دو ایک مصنفوں کا حال اب سے پہلے لکھا ہے اس میں جہاں تک ہم کو معلوم ہے ان کی اور ان کے کلام کی خوبیاں ظاہر کی ہیں اور ان کے پھوڑوں کو ٹھیس نہیں لگنے دی......''[۲۸]

حوالہ جات

۱۔ آل احمد سرور، تنقید کیا ہے، ص ۳۸۔

۲۔ مالک رام، مقدمہ یادگار غالب، حالی، ص ۱۰۔

۳۔ غلام رسول مہر، غالب

۴۔ مالک رام، ذکر غالب

۵۔ غالب نامہ، شیخ اکرام

۶۔ شیخ اکرام، غالب نامہ، ص ۱۲۴

۷۔ سید صباح الدین، غالب مدح وقدح کی روشنی میں، ص ۴۴۱

۸۔ خورشید الاسلام، غالب

۹۔ الطاف حسین حالی، دیباچہ یادگارِ غالب، ص ۱۵

۱۰۔ // // ، یادگار غالب، ص ۳۰۔

۱۱۔ الطاف حسین حالی، یادگارِ غالب، ص ۳۲، ۳۳۔

۱۲۔ // // ، ص ۸۷۔

۱۳۔ آل احمد، سرور، تنقید کیا ہے، ص ۳۲۔

۱۴۔ سید شاہ علی، اردو میں سوانح نگاری، ص ۱۱۵۔

۱۵۔ رشید حسن خاں، یادگارِ غالب (مضمون)، الطاف حسین حالی کے تحقیقی اور تنقیدی جائزے، مرتبہ پروفیسر نذیر احمد، ص ۲۰۔

۱۶۔ شریف حسین قاسمی (مضمون)، یادگار غالب میں غالب کے منشور فارسی آثار کے اقتباسات کے تراجم پر ایک نظر، الطاف حسین حالی کے تحقیقی اور تنقیدی جائزے۔ مرتبہ: نذیر احمد، ص ۲۱۷۔

۱۷۔ رشید حسن خاں، یادگارِ غالب (مضمون، الطاف حسین حالی کے تحقیقی اور تنقیدی جائزے، مرتبہ پروفیسر نذیر احمد، ص ۲۰۔

۱۸۔ مالک رام، ذکر غالب، ص ۳۲۔

۱۹۔ غلام رسول مہر، غالب، ص ۱۷۔

۲۰۔ شیخ اکرام، غالب نامہ، ص ۱۵۔

۲۱۔ غلام رسول مہر، غالب، ۲۲۔

۲۲۔ عبد القیوم، حالی کی اردو نثر نگاری، ص ۱۹۰۔

۲۳۔ شیخ اکرام، غالب نامہ، ص ۵۹۔
۲۴۔ // // ص ۲۳-آثار غالب، ص ۱۵۹۔
۲۵۔ غلام رسول مہر، غالب، ص ۳۲۳۔
۲۶۔ عبدالقیوم، حالی کی اردو نثر نگاری، ص ۱۲۹۔
۲۷۔ احتشام حسین، حالی کی سیاسی شعور، فروغ اردو حالی نمبر، جون ۱۹۵۹ء۔
۲۸۔ حیات جاوید، حالی، بحوالہ عبدالقیوم، تنقیدی نقوش، ص ۲۲۔